OPEN ACCESS

Al-Marjān Research Journal

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan

HJRS

Open Access
Al-Marjān
Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

The Ethics of Jurisprudential Disagreements: A Comparative Study Between the Era of the Companions and the Contemporary Age

فقہی اختلافات کے آداب: عہدِ صحابہؓ اور عہدِ حاضر کے مابین تقابلی جائزہ

Authors Details

1. **Dr. Amber Ghani** (Corresponding Author)
   Sr. Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Bahria University, Karachi Campus, Pakistan.
   Email: **amberghani.bukc@bahria.edu.pk**
   ORCID: https://orcid.org/0000-0001-7087-2902
2. **Amina Rashid**
   MS Scholar, Department of Islamic Studies, Bahria University, Karachi Campus, Pakistan.
3. **Huzaifa Mahmood**
   MS Scholar, Department of Islamic Studies, Bahria University, Karachi Campus, Pakistan.

Citation

Ghani, Amber, Amina Rashid, and Huzaifa Mahmood." The Ethics of Jurisprudential Disagreements: A Comparative Study Between the Era of the Companions and the Contemporary Age. "*Al-Marjān Research Journal* 4, no.1, Jan-Mar (2026): 234– 246.

Submission Timeline

Received: Dec 19, 2025
Revised: Jan 01, 2026
Accepted: Jan 12, 2026
Published Online: Jan 21, 2026

Publication & Ethics Statement

Al-Marjān Research Journal

Article QR

Published by *Al-Marjān Research Center*, Lahore, Pakistan.

© The Authors. No conflict of interest declared.

This is an open access article distributed under the terms of the **Creative Commons Attribution 4.0 International License (CC BY 4.0).**

CC BY

ASIAN DIGITAL LIBRARY | INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL | ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE | HJRS HEC Journal Recognition System | DRJI Directory of Research Journal Indexing

The Ethics of Jurisprudential Disagreements: A Comparative Study Between the Era of the Companions and the Contemporary Age

فقہی اختلافات کے آداب: عہدِ صحابہؓ اور عہدِ حاضر کے مابین تقابلی جائزہ

☆ ڈاکٹر عنبر غنی ☆ آمنہ رشید ☆ حذیفہ محمود

Abstract

This research paper examines the nature and causes of juristic and intellectual disagreements among Muslims and proposes constructive solutions in light of the Qur'an and Sunnah. It argues that disagreement in itself is not a source of conflict; rather, it becomes divisive when driven by intolerance, ignorance, and sectarian or political interests. By analyzing the methodology of the Companions (Ṣaḥābah) and the righteous predecessors, the study highlights the importance of distinguishing between fundamental principles and subsidiary issues, observing the ethics of disagreement, and promoting scholarly dialogue. The research employs a historical and comparative methodology, drawing upon primary sources including the Qur'an, authentic Hadith collections, and classical works of Islamic jurisprudence. The study compares the ethical framework governing disagreements during the Companions' era with the contemporary landscape of jurisprudential disputes. Key findings indicate that the Companions maintained mutual respect, intellectual humility, and a clear distinction between core beliefs and subsidiary matters, whereas contemporary disagreements often deteriorate into personal attacks, intolerance, and sectarian conflict. The paper concludes that adherence to the prophetic ethics of disagreement can transform difference of opinion into a source of intellectual enrichment, unity, and stability for the Muslim Ummah, particularly in the contemporary context.

Keywords: Islamic Jurisprudence, Ethics of Disagreement, Sectarian Harmony, Unity of the Ummah, Qur'an and Sunnah, Companions of the Prophet

تعارفِ موضوع

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جو انسانی پیدائش سے لے کر لحد میں پہنچنے تک کے تمام معاملات میں ہدایت و رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ قرآن و حدیث اس کے لیے اجمالی بنیادی ماخذ ہیں۔ اس کے بعد فقہ و اجتہاد کو ترجیح حاصل ہے جس کے لیے ائمہ کرام نے قرآن و حدیث کی روشنی میں مختلف اصول و ضوابط کو مرتب فرمایا۔ چونکہ نصوص شرعیہ محدود اور انسانی حالات و معاملات لامحدود ہیں، اسی لیے فقہائے کرام کے درمیان فہم و اجتہاد میں اختلاف ایک فطری معاملہ بن گیا۔ یہی فقہی اختلاف آگے چل کر فقہی مکاتب فکر کی بنیاد بنا۔ اس موضوع کی تحقیقی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ آج امت مسلمہ شدید فکری و عملی انتشار کا شکار ہے۔ اختلاف کے دوران آداب کی رعایت نہ کرنا، ذاتیات پر حملے، اور

☆ سینیئر اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بحریہ یونیورسٹی، کراچی کیمپس، پاکستان۔
☆ ایم ایس اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، بحریہ یونیورسٹی، کراچی کیمپس، پاکستان۔
☆ ایم ایس اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، بحریہ یونیورسٹی، کراچی کیمپس، پاکستان۔

تکفیر جیسے رجحانات نے فقہی اختلاف کو رحمت سے زحمت میں تبدیل کر دیا ہے۔ اس مطالعے کا مقصد صحابہ کرامؓ کے طرزِ اختلاف کا جائزہ لے کر موجودہ دور کے لیے اصلاحی رہنما اصول فراہم کرنا ہے۔

یہ مقالہ چار اہم مباحث پر مشتمل ہے۔ مبحث اول میں اختلافِ رائے کی اہمیت اور فقہی اختلاف کے مفہوم کی وضاحت کی جائے گی۔ مبحث دوم میں عہدِ صحابہؓ میں فقہی اختلافات کے آداب کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جائے گا، جس میں ان کے علمی اصولوں اور عملی نمونوں کا تجزیہ کیا جائے گا۔ مبحث سوم میں عہدِ حاضر میں فقہی اختلافات کی نوعیت کا تجزیہ کیا جائے گا، جس میں موجودہ دور میں آدابِ اختلاف کی پامالی کے اسباب و عوامل پر روشنی ڈالی جائے گی۔ مبحث چہارم میں اختلافِ رائے کے آداب کے حوالے سے اہلِ علم کے لیے عملی رہنما اصول پیش کیے جائیں گے۔

مبحث اول: اختلافِ رائے کی اہمیت اور فقہی اختلاف کا مفہوم

اختلاف رائے انسانی فکر کا ایک فطری تقاضا ہے۔ اسلامی تعلیمات نے اسے نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اسے رحمت اور محاسن شریعت میں شمار کیا ہے۔ اس مبحث میں ہم اختلاف کی اہمیت، اس کی حدود اور فقہی اختلاف کے صحیح مفہوم کا جائزہ لیں گے۔

1. اختلاف کی اہمیت اور اس کی قرآنی وحدیثی بنیادیں

اسلامی احکامات میں مختلف آراء ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں بلکہ انسانی طبیعت اور اس کے روزمرہ کے معمولات میں بھی ایسا کثیر پایا جاتا ہے کہ مزاج مختلف ہوتے اور معاملات کو بھی الگ انداز سے نبھایا جاتا ہے۔ یہ تو اسلام کا حسن ہے کہ جس کے سبب انسان کو مختلف مسائل میں متعدد راہیں ملتی ہیں اور وہ ان پر عمل کر کے کامیابی کے زینوں کو طے کرتا رہتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾[1]

ترجمہ: "اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہیں رکھی۔"

اس آیت میں "حَرَج" کا لفظ انتہائی اہم ہے جس کے معنی تنگی، مشکل اور گھٹن کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ایسا دین بنایا ہے جس میں ہر معاملہ میں آسانی اور گنجائش رکھی گئی ہے۔ فقہی اختلاف دراصل اسی آسانی اور وسعت کا مظہر ہے۔ اگر تمام مسائل میں صرف ایک ہی رائے ہوتی، تو بہت سے لوگوں کے لیے مشکلات پیدا ہو جاتیں۔ اسی طرح حسن اختلاف کی تائید احادیث کریمہ سے بھی ملتی ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«اخْتِلَافُ أُمَّتِي رَحْمَةٌ»[2]

ترجمہ: "میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔"

اس حدیث کی صحت کے بارے میں محدثین کے درمیان کلام ہے، لیکن اس کے معنی بہت اہم ہیں۔ اختلاف رحمت اس وقت ہوتا ہے جب وہ فروعی مسائل میں ہو جہاں نص قطعی نہ ہو۔ اس قسم کا اختلاف امت کے لیے وسعت پیدا کرتا ہے اور مختلف حالات میں لوگوں کو آسانی فراہم کرتا ہے۔ اگر تمام مجتہدین ایک ہی رائے پر ہوتے تو معاشرے میں تنگی پیدا ہو جاتی۔ احکام القرآن لابن العربی میں ہے:

«فَأَمَّا الِاخْتِلَافُ فِي الْفُرُوعِ فَهُوَ مِنْ مَحَاسِنِ الشَّرِيعَةِ»[3]

[1] Al-Ḥajj, 22:78.

[2] Al-Hindī, ʻAlī al-Muttaqī ibn Ḥusām al-Dīn. *Kanz al-ʻUmmāl fī Sunan al-Aqwāl wa al-Afʻāl*. Beirut: Mu'assasat al-Risālah, 2000, 10:136, Ḥadīth No. 28686.

[3] Ibn al-ʻArabī, Abū Bakr Muḥammad ibn ʻAbd Allāh. *Aḥkām al-Qur'ān*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, 2000, 2:111.

ترجمہ: "فروعی مسائل میں اختلاف محاسن شریعت میں شمار ہوتا ہے۔"

ابن العربی کا یہ قول بہت اہم ہے کیونکہ وہ اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ اختلاف فی نفسہ برا نہیں ہے، بلکہ اصولوں اور فروع کے درمیان فرق کرنا ضروری ہے۔ فروعی مسائل میں اختلاف شریعت کی خوبصورتی ہے، جبکہ اصولی مسائل میں اختلاف باعث تفرقہ ہے۔ مسائل کی اس نوع میں شریعت نے بڑی گنجائش اور لچک رکھی ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے طرز عمل سے اس کو برقرار رکھا ہے اور اس کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ آگے چل کر اس سلسلے کو صحابہ کرام اور اکابرین امت نے بھی بڑی کشادہ دلی کے ساتھ قبول فرمایا ہے۔ لیکن رحمت والا اختلاف انہیں مسائل کے ساتھ خاص ہے جو قرآن میں محکم و مفسر نہیں اور احادیث کریمہ میں سے متواتر نہیں، یعنی وہ فروعی مسائل جن میں مجتہدین کی مختلف آراء موجود ہوں اور خاص کوئی ایک معنی یا مفہوم مراد نہ لیا جاسکتا ہو۔

2. اختلاف کی اقسام: مذموم اور محمود

اختلاف کی دو بنیادی اقسام ہیں: اختلاف محمود اور اختلاف مذموم۔ اختلاف محمود وہ ہے جو فروعی مسائل میں ہو، جس میں اجتہاد کی گنجائش ہو، اور جس سے امت کو وسعت اور آسانی حاصل ہو۔ اختلاف مذموم وہ ہے جو اصولی مسائل میں ہو، جس کی بنیاد عناد اور ہٹ دھرمی ہو، اور جو امت کے تفرقے کا باعث بنے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ﴾[4]

ترجمہ: "بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ گروہ گروہ ہوگئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی سختی سے مذمت فرمائی ہے کہ لوگ دین کو ٹکڑوں میں تقسیم کر لیں اور گروہوں میں بٹ جائیں۔ یہ اختلاف مذموم ہے جو امت کے شیرازے کو بکھیر دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اس طرح کے اختلاف سے منع فرمایا ہے:

«إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِي الْكِتَابِ»[5]

ترجمہ: "تم سے پہلے کے لوگ کتاب میں اختلاف کر کے ہی ہلاک ہوئے۔"

اس حدیث میں آپ ﷺ نے امت کو خبردار کیا کہ کتاب اللہ میں اختلاف (یعنی اس کے معانی و مفہوم میں خود ساختہ تاویلات اور اصولی اختلاف) پچھلی امتوں کے زوال کا سبب بنا۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اصولی اور بنیادی امور میں اختلاف سے بچیں۔ امام شاطبی نے "الموافقات" میں لکھا ہے:

> کہ اختلاف کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو رحمت ہے اور دوسری وہ جو عذاب ہے۔ اختلاف رحمت وہ ہے جو فروعی مسائل میں ہو، جہاں نص میں کوئی قطعیت نہ ہو۔ اختلاف عذاب وہ ہے جو اصولی مسائل میں ہو، جہاں نص قطعی ہو، پھر بھی لوگ اس کے خلاف جائیں۔[6]

3. فقہی اختلاف کے اسباب

فقہی اختلاف کے بہت سے اسباب ہیں جو علمی نوعیت کے ہیں اور جنہیں سمجھنا اختلاف کے آداب کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔

---

[4] Al-An‘ām, 6:159.

[5] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā‘īl. *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Beirut: Dār Ṭawq al-Najāh, 2001, Kitāb al-Farā’iḍ, Bāb Ta‘līm al-Farā’iḍ, Ḥadīth No. 6724, 8:148.

[6] Al-Shāṭibī, Ibrāhīm ibn Mūsā. *Al-Muwāfaqāt fī Uṣūl al-Sharī‘ah*. Beirut: Dār al-Ma‘rifah, 1997, 4:120.

پہلا سبب: کسی صحابی تک متعلقہ حدیث کا نہ پہنچ پانا۔ اکثر اوقات ایک صحابی کے پاس کوئی حدیث ہوتی تھی جو دوسرے صحابی تک نہیں پہنچی ہوتی تھی، جس کی وجہ سے ان کے فتوے میں اختلاف ہو جاتا تھا۔

دوسرا سبب: قرآن یا حدیث کے مفہوم کو سمجھنے میں فرق۔ عربی زبان میں کئی الفاظ ایسے ہیں جن کے متعدد معانی ہوتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک معنی کو ترجیح دینے میں مجتہدین کے درمیان اختلاف ہو سکتا ہے۔

تیسرا سبب: مشترک الفاظ کی مختلف تعبیر ہونا۔ بعض الفاظ لغوی اور شرعی معنی میں مختلف ہوتے ہیں۔ مجتہدین میں سے کوئی لغوی معنی لے گا تو کوئی شرعی معنی۔

چوتھا سبب: مقاصدِ شریعت کے فہم میں اختلاف ہونا۔ بعض اوقات نص کے ظاہر کے بجائے اس کے مقصد و علت کو مقدم رکھا جاتا ہے، جس سے اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔

پانچواں سبب: ناسخ و منسوخ کی تشخیص میں اختلاف۔ بعض مجتہدین کسی آیت کو منسوخ سمجھتے ہیں جبکہ دوسرے نہیں سمجھتے۔

چھٹا سبب: عموم و خصوص میں اختلاف۔ کسی نص کو عام سمجھنے والے ایک طرح کا حکم دیں گے جبکہ خاص سمجھنے والے دوسرا حکم دیں گے۔

امام شافعی نے "الرسالہ" میں ان اسباب کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔[7]

ان تمام اسباب کو سمجھنا اس لیے ضروری ہے کہ جب ہم ان اسباب کو جانیں گے تو ہم دوسرے مجتہد کے موقف کو بہتر طور پر سمجھ سکیں گے اور اس پر تنقید کرنے کے بجائے اسے معذور سمجھیں گے۔

مبحث دوم: عہدِ صحابہؓ میں فقہی اختلافات کے آداب

عہدِ صحابہؓ میں فقہی اختلافات کا دائرہ مجموعی طور پر محدود تھا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس دور کی زندگی سادہ تھی اور تمدنی و معاشرتی پیچیدگیاں کم تھیں، اس لیے پیش آمدہ فقہی مسائل بھی نسبتاً محدود ہوتے تھے۔ اسی طرح صحابۂ کرام بالخصوص خلفائے راشدین نے اجتماعی مشاورت کو بنیاد بنایا، جس کے نتیجے میں اکثر مسائل کا حل قرآن و سنت کی صریح نصوص سے حاصل ہو جاتا تھا۔ البتہ، جہاں صریح نص نہ پائی جاتی، وہاں اجتہاد کیا جاتا اور اس کے ساتھ ساتھ متعدد آراء بھی سامنے آ جاتیں۔ پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے صحابہ کرام کا جو طرز عمل تھا اسے آداب کے ساتھ پیش کیا جا سکتا ہے۔

1. اتفاقِ رائے کی کوشش اور حق پر رجوع

صحابہ کرامؓ کی اولین کوشش یہ ہوتی تھی کہ پیش آنے والے مسائل کا حل اتفاقِ رائے کے ذریعے تلاش کیا جائے، تاکہ اختلاف ختم ہی ہو جائے۔ اگر کسی مسئلے میں اختلاف پیدا ہو بھی جاتا تو اس کی بنیاد ذاتیات یا ضد نہیں ہوتی تھی، بلکہ علمی اسباب ہوتے تھے۔ صحابۂ کرام کی ایک نمایاں صفت یہ تھی کہ جب کسی مسئلے میں دلیل واضح ہو جاتی یا شارع کا اصل منشا سامنے آ جاتا تو وہ بلا تردد اپنی سابقہ رائے سے رجوع کر لیتے تھے۔ ان کے نزدیک حق کی پیروی، اپنی رائے پر قائم رہنے سے زیادہ اہم تھی۔ اس کی ایک عمدہ مثال حضرت عمر فاروقؓ کا حضرت ابو بکر صدیقؓ کی رائے پر رجوع کرنا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت عمرؓ نے آپ کے وصال کا انکار کر دیا تھا۔ لیکن جب حضرت ابو بکرؓ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾[8]

ترجمہ: "بے شک آپ مرنے والے ہیں اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔"

[7] Al-Shāfiʿī, Muḥammad ibn Idrīs. *Al-Risālah*. Cairo: Dār al-Turāth, 1979, 1:45.
[8] Al-Zumar, 39:30.

تو حضرت عمرؓ فوراً رجوع کر گئے اور انہوں نے کہا: ''گویا میں نے اس سے پہلے یہ آیت پڑھی ہی نہ تھی۔''[9]

یہ واقعہ اس بات کی عظیم مثال ہے کہ اختلاف کے باوجود حق واضح ہونے پر اپنی رائے سے رجوع کرنے میں کوئی عار نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے جب حضرت ابو بکرؓ کی تلاوت سنی تو فوراً ان کی بات مان لی اور اپنی سابقہ رائے سے رجوع کر لیا۔ یہ ان کے تواضع اور حق قبول کرنے کی عظیم صفت کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ کا واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ جب ان کے سامنے حضرت ابن عباسؓ کا قول پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''ابن عباس نے بخوبی کہا، لیکن میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔'' یہاں پر انہوں نے اپنی رائے پر اصرار نہیں کیا بلکہ دلیل کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

2. علمی اسباب پر مبنی اختلاف اور باہمی احترام

صحابہ کرام کے اختلافات میں عناد، علمی برتری جتانے یا خواہشِ نفس کی پیروی شامل نہ ہوتی تھی۔ ان کا اصل مقصد اللہ کی رضا، حق کی تلاش اور دین کی صحیح خدمت تھا۔ اسی اخلاص کی وجہ سے فقہی اختلاف کبھی باہمی اخوت و محبت اور وحدت کے لیے رکاوٹ نہیں بنا۔ صحابہ کے نزدیک اسلامی معاشرے کی بنیاد دینی اخوت تھی، جسے ہر اجتہادی اور فقہی اختلاف پر فوقیت حاصل تھی۔ چنانچہ وہ مختلف المسلک ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور عزت کا معاملہ کرتے تھے۔ عہدِ صحابہ میں عقائد کے حوالے سے کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا تھا۔ اختلاف صرف فقہی اور جزوی مسائل تک محدود تھا، جن میں اجتہاد کی گنجائش موجود تھی۔ تمام صحابہؓ اجتہاد کے منصب پر فائز نہیں تھے۔ چند معروف فقہاء صحابہ کی علمی حیثیت مسلمہ تھی، اور دیگر صحابہ پیش آمدہ مسائل میں انہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اس سے اختلافات کی شدت کم رہتی تھی۔

نبی کریم ﷺ نے بھی اس بات کی تعلیم دی کہ اختلاف کے وقت بھی حسنِ ظن اور اچھے اخلاق کو مقدم رکھا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ»[10]

ترجمہ: ''بدگمانی سے بچو، بیشک بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔''

اس حدیث کی روشنی میں صحابہ کرام ایک دوسرے کے بارے میں ہمیشہ اچھا گمان رکھتے تھے۔ صحابہ کرام کا ایک دوسرے کے ساتھ اخلاقی سلوک اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اختلاف کا مطلب دشمنی نہیں ہوتا۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان فقہی اور سیاسی اختلافات تھے، لیکن ان کے درمیان ذاتی عداوت نہیں تھی۔ حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ کو اپنا بھائی کہتے تھے۔

3. عہدِ صحابہ کے اہم واقعات (بنی قریظہ کا واقعہ)

عہد صحابہ کی چند جھلکیاں ملاحظہ کی جائیں تو ہم پر واضح ہوتا ہے کہ اکابرین امت کے درمیان بھی بڑے بڑے اختلاف ہوتے تھے لیکن وہ ایک دوسرے کی تعظیم و توقیر کرنے سے نہ کتراتے تھے۔ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے:

«عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْأَحْزَابِ: «لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ» فَأَدْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ نُصَلِّي، لَمْ يُرِدْ مِنَّا ذَلِكَ، فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ»[11]

---

[9] Ibn Hishām, ‘Abd al-Malik. *Al-Sīrah al-Nabawiyyah*. Beirut: Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, 2000, 4:313.

[10] Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Adab, Bāb mā Yuhdā min al-Ẓann, Ḥadīth No. 5143.

[11] Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, 2:15.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ احزاب سے واپسی پر ہمیں فرمایا: "تم میں سے ہر شخص عصر کی نماز بنی قریظہ پہنچ کر پڑھے۔" اب نماز کا وقت راستے میں آ پہنچا تو بعض نے کہا: ہم تو جب تک بنی قریظہ کے پاس نہ پہنچ لیں گے، عصر کی نماز نہیں پڑھیں گے اور بعض نے کہا: ہم نماز پڑھ لیتے ہیں، کیونکہ حضور علیہ السلام کے ارشاد کا یہ مطلب نہ تھا کہ ہم نماز قضا کریں، پھر بارگاہ رسالت میں اس واقعہ کا ذکر آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی پر خفگی نہیں کی (یعنی ہر ایک کے عمل کو درست قرار دیا)۔

یہ واقعہ اختلاف کے آداب کی بہترین مثال ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو ایک حکم دیا، لیکن راستے میں وقت کی تبدیلی کی وجہ سے صحابہ کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ ایک گروہ نے نص کے ظاہر کو مقدم رکھا جبکہ دوسرے نے مقصد اور روح حکم کو مقدم رکھا۔ آپ ﷺ نے دونوں گروہوں کے عمل کو درست قرار دیا اور کسی پر غصہ نہیں فرمایا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فروعی مسائل میں نص کے فہم کے اختلاف کو گنجائش ہے اور اس پر تنقید نہیں کی جانی چاہیے۔ اس اختلاف کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اختلاف حضور ﷺ کے عہد پاک میں ہوا اور آپ کے دیکھنے سننے میں آیا، اور اس پر الگ الگ نوعیت کا عملی نتیجہ مرتب ہوا، باوجود اس کے آپ ﷺ نے کسی طرح کی کوئی نکیر نہیں فرمائی، بلکہ آپ نے صحابہ کے اس عملی اختلاف کو برقرار رکھا، جو سب کے سامنے آیا۔ اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اختلاف کے وقت ایک دوسرے پر تنقید کرنے کے بجائے اپنے فہم کے مطابق عمل کرنا چاہیے اور دوسروں کو بھی ان کے فہم کے مطابق عمل کرنے کی آزادی دینی چاہیے، بشرطیکہ وہ کسی قطعی حکم کی خلاف ورزی نہ کر رہے ہوں۔

مبحث سوم: عہدِ حاضر میں فقہی اختلافات کی نوعیت

فقہی اختلافات کا پایا جانا بذاتِ خود ایک منفی شے نہیں ہے بلکہ اس کا سلسلہ تو قیامت تک جاری رہنے والا ہے۔ البتہ، مسئلہ اس صورت میں پیدا ہوتا ہے جب انداز اور رویوں کا متشدد ہونا پایا جاتا ہے اور آدابِ اختلافات کی ہرگز رعایت نہیں کی جاتی بلکہ انہیں مکمل طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ دورِ حاضر میں آدابِ اختلاف کو ترک کرنے میں مختلف عوامل شامل ہیں۔

1. عدم برداشت، شدت پسندی اور شخصیات پر حملے

بد قسمتی سے موجودہ دور میں برداشت اور وسعتِ نظر کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ عام طور پر یہ سوچ رائج ہو چکی ہے کہ اگر کوئی شخص ہماری بات سے اتفاق نہیں کرتا تو وہ لازماً ہمارا دشمن ہے۔ اس طرزِ فکر نے اختلافِ رائے کو دشمنی میں بدل دیا ہے اور باہمی رواداری، حسنِ تعلق کے دروازے بند کر دیے ہیں، حالانکہ اختلاف ہر دور میں انسانی فکر کا فطری حصہ رہا ہے۔ آج اختلاف اکثر موضوع، نظریہ یا مسئلے تک محدود نہیں رہتا بلکہ بات براہِ راست افراد پر حملوں تک پہنچ جاتی ہے۔ نتیجتاً طعن و تشنیع، الزام تراشی، تذلیل اور بعض اوقات تفسیق و تضلیل بلکہ تکفیر جیسے خطرناک رویے سامنے آ جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ غیر شائستہ اور بازاری زبان کا استعمال اختلاف کو مزید بگاڑ دیتا ہے اور اصل مسئلہ پسِ پشت چلا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اختلاف کی صورت میں بھی حسنِ گفتگو کا حکم دیا ہے:

﴿وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾[12]

ترجمہ: "اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو بہتر ہے۔"

[12] Al-Naḥl, 16:125.

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حتی کہ غیر مسلموں سے بھی بہترین انداز میں گفتگو کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر غیر مسلموں سے یہ حکم ہے تو مسلمانوں کے باہمی اختلاف میں تو بہتر انداز کی زیادہ تاکید ہونی چاہیے۔ موجودہ دور میں اس حکم کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيءِ»[13]

ترجمہ: "مومن طعنہ دینے والا، لعنت کرنے والا، فحش گو اور بے ہودہ بات کرنے والا نہیں ہوتا۔"

لیکن موجودہ دور میں اختلاف شائستہ مکالمے کے بجائے تلخ کلامی، سبّ و شتم اور گالی گلوچ میں بدل جاتا ہے۔ امام غزالی کے مطابق اگر افہام و تفہیم میں غلبہ چیخ و پکار کی بنیاد پر ہوتا، تو جاہل دوسرے سے زیادہ غالب رہتے۔ جبکہ غلبہ کو دلیل و براہین نیز تحمل و استقامت کی ضرورت ہوتی ہے۔[14] بعض لوگ اختلافی موضوعات کو علمی طور پر پیش کرنے کے بجائے بازاری اور غیر سنجیدہ لب و لہجہ اختیار کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اختلاف اخلاقی دائرے سے نکل کر انتشار میں بدل جاتا ہے، خصوصاً جب یہ طرزِ عمل کسی معروف عالم یا مقتدر شخصیت کی طرف سے ہو۔ ماضی قریب کی تاریخ گواہ ہے کہ بہت سے اختلافات تحریر و تقریر کے اسی غیر محتاط استعمال کا نتیجہ رہے ہیں۔

2. رائے کی انفرادیت، خود پسندی اور نااہلی

آج یہ رجحان عام ہوتا جا رہا ہے کہ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ اس کی رائے، اس کی تحقیق اور اس کا فتویٰ ہی درست مانا جائے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَى وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ﴾[15]

ترجمہ: "میں تو تمہیں وہی سمجھاتا ہوں جو میں خود سمجھتا ہوں اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو یہ بتانے کی تعلیم دیتا ہے کہ وہ اپنی رائے کو حتمی نہ سمجھیں۔ اگر اللہ کے رسول ﷺ کو اپنی رائے کی نسبت یہ کہنے کی تعلیم دی گئی ہے تو عام لوگوں کو تو اور بھی نہیں کرنا چاہیے۔ یہ ذہنیت علمی اور فکری مکالمے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن چکی ہے، کیونکہ حق صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کو حاصل ہے، انسان کی رائے خطا سے خالی نہیں ہو سکتی۔ آج بھی بہت سے مخلص علما اور خطبا، دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں، مگر اس کے ساتھ ساتھ متعدد نااہل افراد بھی تدریس، وعظ اور افتا کے میدان میں سرگرم نظر آتے ہیں۔ ان میں سے اکثر نہ امت کے مسائل کو صحیح طور پر سمجھ پاتے ہیں اور نہ ہی اس کے مفادات سے واقف ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے جب یہ حضرات اختلافی موضوعات پر گفتگو کرتے ہیں تو ان کی باتوں میں بے احتیاطی اور غیر ذمہ دارانہ رویہ سامنے آتا ہے، جس سے تعمیری مکالمہ ممکن نہیں رہتا۔ امام شافعی نے فرمایا:

«رَأْيِي صَوَابٌ يَحْتَمِلُ الْخَطَأَ، وَرَأْيُ غَيْرِي خَطَأٌ يَحْتَمِلُ الصَّوَابَ»[16]

ترجمہ: "میری رائے درست ہے مگر اس میں خطا کا احتمال ہے، اور دوسرے کی رائے خطا ہے مگر اس میں درستگی کا احتمال ہے۔"

یہ قول ایک مجتہد امام کا ہے جو اپنی رائے کو حتمی نہیں سمجھتا تھا۔ افسوس کہ آج چھوٹے چھوٹے لوگ اپنی رائے کو حتمی اور قطعی سمجھنے لگے ہیں اور دوسروں کو گمراہ قرار دینے لگے ہیں۔

---

[13] Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsá. *Sunan al-Tirmidhī*. Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-ʿArabī, 2000, Kitāb al-Birr wa al-Ṣilah, Bāb mā Jā'a fī al-Ṭaʿn, Ḥadīth No. 1977.
[14] Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad. *Iḥyā' ʿUlūm al-Dīn*. Beirut: Dār al-Fikr, 2000, 2:194.
[15] Ghāfir, 40:29.
[16] Al-Shāfiʿī, *Al-Risālah*, 1:50.

3. میڈیا اور سوشل میڈیا کا کردار

عہد حاضر میں فقہی اختلافات کو بڑھانے میں میڈیا اور سوشل میڈیا کا بڑا کردار ہے۔ مختلف ٹی وی چینلز، سوشل میڈیا پلیٹ فارمز، اور ویب سائٹس پر ایسے مواد کو فروغ دیا جا رہا ہے جو اختلافات کو ہوا دیتا ہے اور نفرت پھیلاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ»[17]

ترجمہ: ”جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔“

لیکن آج کل سوشل میڈیا پر اس اصول کو بالکل نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ لوگ بغیر تحقیق کے، بغیر دلیل کے، اپنی نااہلی کے باعث ایسی باتیں کر دیتے ہیں جو اختلافات کو مزید ہوا دیتی ہیں۔ ڈیجیٹل میڈیا پر آنے والے بے شمار فتاوے، بغیر سند کے بیانات، اور غیر ذمہ دارانہ تبصرے فقہی اختلافات کو نہ صرف بڑھا رہے ہیں بلکہ انہیں نفرت اور تشدد میں تبدیل کر رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ میڈیا چینلز اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز اس حوالے سے کوڈ آف کنڈکٹ وضع کریں اور اختلافی مواد کو پیش کرنے کے لیے اصول وضع کیے جائیں۔

مبحث چہارم: اختلافِ رائے کے آداب (اہلِ علم کے مابین)

اختلاف بحث کے آداب پر تفصیلاً بات کرنے کے بعد اب ہم چند ان اسباب کو بھی ذکر کر دیتے ہیں، جن کو اختیار کر کے اختلاف رائے مذموم کو روکا جا سکتا ہے۔ ان آداب کی پاسداری سے اختلاف رحمت بن سکتا ہے اور اس سے امت کی فکری و عملی ہم آہنگی میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

1. تحقیق و تدقیق اور دلیل کے ساتھ گفتگو

اس پہلو سے یہ بات انتہائی اہم اور ضروری ہے کہ ایک عالم کو ہمیشہ تحقیق اور تدقیق اور دلائل کے ساتھ گفتگو کرنی چاہیے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾[18]

ترجمہ: ”تم فرمادو: اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر دعوے کے لیے دلیل کی ضرورت کو واضح فرمادیا ہے۔ لہٰذا علماء اور طالبانِ علوم نبویہ پر لازم ہے کہ اپنے اقوال و آراء میں انتہائی دقتِ نظر سے کام لیں، نیز دلائل اور براہین میں خوب غور و فکر کریں۔ پھر اگر اختلاف کی نوبت آئے بھی تو دلائل کی بنیاد پر اختلاف کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ»[19]

ترجمہ: ”دعویٰ کرنے والے پر دلیل ہے اور جس پر دعویٰ کیا جائے اس پر قسم ہے۔“

اس حدیث کی روشنی میں اختلاف کے وقت بھی ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے دعوے کی دلیل پیش کریں اور بغیر دلیل کے کسی پر الزام نہ لگائیں۔

فقہی مسائل میں علماء کے درمیان اختلاف پر ان کے لیے کبھی بھی انکار و تحقیر کا دروازہ نہ کھولا جائے بلکہ حسنِ ظن رکھتے ہوئے ایک دوسرے کو معذور سمجھا جائے نیز ہر ایک کو اپنا موقف بیان کرنے کی گنجائش دی جائے اگرچہ موافقت نہ کی جائے۔ خاص طور سے ایسے موقع پر جب کوئی

---

[17] Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Adab, Bāb Qawl al-Nabī ﷺ "Man kāna yu'minu billāhi wal-yawmi al-ākhiri fal yaqul khayran aw liyaṣmut", Ḥadīth No. 6136.
[18] Al-Baqarah, 2:111.
[19] Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Rahn, Bāb al-Bayyinah 'alā al-Mudda'ī, Ḥadīth No. 2514.

قطعی دلیل موجود نہ ہو تو کسی کے لیے اختلاف میں حد تجاوز کر کے اپنے فریق مخالف پر فسق والحاد، ضلالت و گمراہی کا تیر نہیں چلانا چاہیے۔ تنگ نظری اور تحقیر جیسے مذموم حرکت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ مجتہد فقہی مسائل میں کسی پر طعن جائز نہیں، چہ جائے کہ اسے کافر سمجھا جائے۔

2. حسنِ ظن اور اخلاقیات کی پاسداری

حسنِ ظن اور اخلاقیات کی پاسداری اختلاف کے آداب میں سب سے اہم مقام رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾[20]

ترجمہ: "اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بیشک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بدگمانی کو گناہ قرار دیا ہے۔ اختلاف کے دوران اکثر لوگ دوسرے کے بارے میں بدگمانی کرنے لگتے ہیں، حالانکہ یہ بدترین جھوٹ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ»[21]

ترجمہ: "بدگمانی سے بچو، بیشک بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔"

حسنِ ظن کا تقاضا ہے کہ ہم دوسرے کے موقف کو سمجھنے کی کوشش کریں، اس کے دلائل کو غور سے سنیں، اور اسے بہانے تلاش کرنے کے بجائے اسے معذور سمجھیں۔ حضرت یحییٰ بن سعید انصاری "تذکرۃ الحفاظ" میں فرماتے ہیں کہ:۔

"اہل علم توسع والے ہوتے ہیں اور اربابِ افتاء میں ہمیشہ اختلاف ہوتا رہا"۔[22]

یہ قول اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اہل علم کے درمیان اختلاف کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ توسع اور گنجائش کی علامت ہے نہ کہ تنگ نظری کی۔ اختلاف ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ اختلاف مذموم سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ان امور کو اپنے اندر پیدا نہ ہونے دیں:

پہلا - اپنی رائے پر اصرار کرنا: یعنی اپنی بات کو صحیح و صواب اور یقینی سمجھنا اور دوسروں کی بات کو لائقِ التفات نہ سمجھنا اور یہ یقین کرنا کہ میرا موقف سو فیصد حق اور درست ہے اور دوسرے کی رائے سو فیصد غلط اور باطل جو ہماری قوم میں جگہ پکڑ چکی ہے، اس سے حد درجہ احتراز کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا﴾[23]

ترجمہ: "اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو آپس میں متفرق ہوگئے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تفرقہ میں پڑنے والوں کے طریقے سے متنبہ کیا ہے۔ جب کوئی شخص اپنی رائے پر اصرار کرتا ہے اور دوسرے کی بات سننے سے انکار کرتا ہے تو وہ تفرقہ کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے۔

دوسرا - جذبہ انتقام کی خرابی: یعنی کسی شخص کو کسی شخص سے علمی عداوت اور نفرت یا بدگمانی ہو تو موقع کی تلاش میں رہنا کہ اس کی کسی طرح مذمت اور کھلے عام تحقیر کی جائے۔

---

[20] Al-Ḥujurāt, 49:12.
[21] Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Adab, Bāb mā Yuhdā min al-Ẓann, Ḥadīth No. 5143.
[22] Al-Dhahabī, Shams al-Dīn Muḥammad ibn Aḥmad. *Tadhkirat al-Ḥuffāẓ*. Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2000, 1:139.
[23] Āl 'Imrān, 3:105.

تیسرا - شہرت کی خرابی: یعنی فریقین میں سے ہر ایک کی یہی خواہش ہو کہ زیادہ سے زیادہ داد ملے اور تحسین و آفرین کے نعرے بلند ہوں، درحقیقت یہ اخلاص کی کمی اور خود نمائی وریاکاری کی خواہش سے پیدا ہوتی ہے۔

یہ تینوں خرابیاں اختلاف کو رحمت سے زحمت میں تبدیل کرنے کا سبب بنتی ہیں۔

3. اہلِ علم کے لیے عملی رہنما اصول

اہلِ علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اختلاف کے وقت مندرجہ ذیل اصولوں کو پیشِ نظر رکھیں:

اولاً، عقائد اور اصولی مسائل میں کوئی سمجھوتہ نہ کیا جائے۔ یہ وہ مسائل ہیں جن میں اختلاف کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

ثانیاً، فروعی مسائل میں اختلاف کو برداشت کیا جائے اور دوسرے کے موقف کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

ثالثاً، اختلاف کے وقت دلیل کو بنیاد بنایا جائے، جذبات کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ﴾[24]

رابعاً، اختلاف کے دوران شائستگی اور اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ»[25] ترجمہ: "میں اخلاق کے کامل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔"

پانچواں، جہاں اختلاف سے فتنہ اور انتشار کا اندیشہ ہو، وہاں خاموشی اختیار کی جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ»[26]

چھٹا، اپنی رائے کو حتمی اور قطعی نہ سمجھا جائے۔ امام شافعی کا قول ہے: «كَلَامِي صَوَابٌ وَيَحْتَمِلُ الْخَطَأَ، وَكَلَامُ غَيْرِي خَطَأٌ وَيَحْتَمِلُ الصَّوَابَ»[27]

ساتواں، دوسروں کے اجتہاد کا احترام کیا جائے، چاہے اس سے اتفاق نہ ہو۔

آٹھواں، نااہل افراد کو اختلافی موضوعات پر گفتگو کرنے سے روکا جائے۔

نواں، میڈیا اور سوشل میڈیا پر اختلافی مواد کو پیش کرتے وقت انتہائی احتیاط اور ذمہ داری کا مظاہرہ کیا جائے۔

دسواں، اتحادِ امت کو ہر چیز پر مقدم رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾[28]

ان اصولوں پر عمل کرکے ہم اختلاف کو رحمت بنا سکتے ہیں اور امت کے شیرازے کو بکھرنے سے بچا سکتے ہیں۔

خلاصہ بحث

مسلمانوں کے باہمی اختلافات سے بچنے اور امت میں فکری و عملی ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے قرآن و سنت نے ایک واضح اور متوازن دستورِ عمل عطا کیا ہے۔ قرآن مجید نے جہاں اختلاف کو انسانی فطرت کا تقاضا تسلیم کیا ہے، وہیں اس کے منفی اور فتنہ انگیز پہلوؤں سے سختی سے خبردار بھی کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ ترجمہ: "اور اللہ کی رسی (قرآن و سنت) کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔" اس قرآنی اصول کی روشنی میں سلف صالحین کا منہج یہ رہا کہ وہ اختلاف کے باوجود نصوصِ شرعیہ کو اصل معیار بناتے، نیت کو خالص رکھتے اور اپنی رائے کو حرفِ آخر سمجھنے کے بجائے صواب و خطا کے احتمال کے ساتھ پیش کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے

[24] Al-Baqarah, 2:111.

[25] Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Adab, Bāb Ḥusn al-Khuluq, Ḥadīth No. 6022.

[26] Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb al-Adab, Bāb Qawl al-Nabī ﷺ "Man kāna yu'minu billāhi wal-yawmi al-ākhiri fal yaqul khayran aw liyaṣmut", Ḥadīth No. 6136.

[27] Al-Shāfiʿī, *Al-Risālah*, 1:50.

[28] Āl ʿImrān, 3:103.

اختلافات علم و رحمت کا سبب بنے، نہ کہ نزاع و افتراق کا۔ عہدِ صحابہؓ میں فقہی اختلافات کے جو آداب پائے جاتے تھے، ان میں سب سے نمایاں یہ تھے: اتفاقِ رائے کی کوشش، حق واضح ہونے پر رجوع، علمی اسباب پر مبنی اختلاف، باہمی احترام، عقائد میں اتحاد، فروع میں اختلاف، اور اخلاص و تقویٰ پر مبنی اختلاف۔ عہدِ حاضر میں ان آداب کی پامالی کی وجہ سے اختلاف رحمت سے زحمت بن گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی سنت بھی اختلاف کے موقع پر اخلاق، حلم اور وسعتِ ظرف کی تعلیم دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے اختلافی امور میں سخت گیری کے بجائے آسانی اور وسعت کو پسند فرمایا۔ اسی نبوی رہنمائی کے تحت سلف نے قطعی اور ظنی مسائل میں واضح فرق قائم رکھا؛ عقائد اور اصولِ دین میں وحدت کو لازم جانا، جبکہ فروعی اور اجتہادی مسائل میں اختلاف کو قابلِ برداشت سمجھا۔ مزید برآں، قرآن کریم اختلاف کو نزاع میں بدلنے کے نتائج سے بھی آگاہ کرتا ہے: ﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ ترجمہ: "اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔" یہ آیت بتاتی ہے کہ نزاع اور جھگڑا امت کی کمزوری اور زوال کا سبب بنتا ہے۔

لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر عصرِ حاضر کے مسلمان قرآن و سنت کی ان ہدایات اور سلف صالحین کے منہج کو پیشِ نظر رکھیں، اخلاص، علمی دیانت اور اخلاقی وقار کے ساتھ اختلاف کو برتیں، اور امت کے اجتماعی مفاد کو ذاتی و مسلکی ترجیحات پر مقدم رکھیں، تو اختلاف رحمت بن سکتا ہے، زحمت نہیں۔ یہی وہ فکری اساس ہے جس پر حقیقی بین المسالک ہم آہنگی اور امتِ مسلمہ کی وحدت کی عمارت استوار کی جا سکتی ہے۔

تجاویز و سفارشات

اس تحقیقی مطالعے کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

۱. حکومت قرآن و سنت کی روشنی میں بین المسالک ہم آہنگی کو قومی ترجیح قرار دے۔

۲. ریاستی سطح پر فرقہ وارانہ نفرت اور اشتعال انگیزی کے خلاف واضح اور غیر جانب دار پالیسی نافذ کی جائے۔

۳. دینی اختلاف کو تشدد یا نفرت میں بدلنے سے روکنے کے لیے مؤثر قانونی فریم ورک تشکیل دیا جائے۔

۴. نصابِ تعلیم میں آدابِ اختلاف، تاریخِ فقہی تنوع اور منہجِ سلف کو شامل کیا جائے۔

۵. ریاستی سرپرستی میں بین المسالک علماء کونسلیں اور مستقل مکالماتی فورمز قائم کیے جائیں۔

۶. جمعہ کے خطبات اور دینی اجتماعات میں نفرت انگیز مواد کی نگرانی کے لیے شفاف نظام بنایا جائے۔

۷. خطباء اور واعظین کے لیے ضابطۂ اخلاق مرتب کیا جائے، جس میں تکفیر و اشتعال انگیزی کی ممانعت ہو۔

۸. الیکٹرانک اور ڈیجیٹل میڈیا پر فرقہ وارانہ مواد کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے مؤثر نگرانی کی جائے۔

۹. سوشل میڈیا پر مذہبی نفرت کے خلاف قانونی اور تعلیمی دونوں حکمت عملیاں اپنائی جائیں۔

۱۰. ریاستی میڈیا پر اتحادِ امت، مشترک دینی اقدار اور اخلاقی مکالمہ کو فروغ دیا جائے۔

۱۱. نوجوانوں کے لیے بین المسالک ہم آہنگی پر تربیتی پروگرامز اور ورکشاپس منعقد کی جائیں۔

۱۲. سرکاری ادارے دینی امور میں عدل، توازن اور غیر جانبداری کو یقینی بنائیں تاکہ اعتماد قائم رہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

- Al-Ashrafī al-Jīlānī, Sayyid Muḥammad Nūrānī. *Raḥmat Ikhtilāf*. Ahmadabad: Ashrafī Chishtī Foundation, 2019.
- Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā'īl. *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Beirut: Dār Ṭawq al-Najāh, 2001.
- Al-Dhahabī, Shams al-Dīn Muḥammad ibn Aḥmad. *Tadhkirat al-Ḥuffāẓ*. Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2000.
- Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad. *Iḥyā' 'Ulūm al-Dīn*. Beirut: Dār al-Fikr, 2000.
- Al-Hindī, 'Alī al-Muttaqī ibn Ḥusām al-Dīn. *Kanz al-'Ummāl fī Sunan al-Aqwāl wa al-Af'āl*. Beirut: Mu'assasat al-Risālah, 2000.
- Al-Qaradawi, Yusuf. *Islamic Awakening Between Legitimate Difference and Blameworthy Division*. Cairo: Dar al-Shuruq, 2000.
- Al-Shāfi'ī, Muḥammad ibn Idrīs. *Al-Risālah*. Cairo: Dār al-Turāth, 1979.
- Al-Shāṭibī, Ibrāhīm ibn Mūsā. *Al-Muwāfaqāt fī Uṣūl al-Sharī'ah*. Beirut: Dār al-Ma'rifah, 1997.
- Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn 'Īsá. *Sunan al-Tirmidhī*. Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, 2000.
- Ibn al-'Arabī, Abū Bakr Muḥammad ibn 'Abd Allāh. *Aḥkām al-Qur'ān*. Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2000.
- Ibn al-Qayyim al-Jawziyyah, Muḥammad ibn Abī Bakr. *Zād al-Ma'ād fī Hady Khayr al-'Ibād*. Beirut: Mu'assasat al-Risālah, 1998.
- Ibn Hishām, 'Abd al-Malik. *Al-Sīrah al-Nabawiyyah*. Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, 2000.
- Ibn Taymiyyah, Aḥmad ibn 'Abd al-Ḥalīm. *Raf' al-Malām 'an al-A'immat al-A'lām*. Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2000.
- Kamali, Mohammad Hashim. *Principles of Islamic Jurisprudence*. Cambridge: Islamic Texts Society, 2003.